دار العلوم تعلیم القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ!

(۱) ہمارے پاس مسجد کی کچھ رقم ہے، جسے ہم کاروبار میں لگانا چاہتے ہیں، تا کہ وہ رقم بڑھتی رہے، آیا کن شرائط کے ساتھ ہم وہ رقم کاروبار میں لگا سکتے ہیں؟

(۲) مسجد انتظامیہ کے صدر صاحب بعض اوقات ایسا کرتے ہیں کہ جب مسجد کے امور کے متعلق کوئی مشورہ کرنا ہو، تو مسجد میں مشورہ کرنے کے بجائے کمیٹی ممبران میں سے کسی کے گھر پر مشورہ رکھ لیتے ہیں اور اس میں صرف ان ممبران کو مدعو کرتے ہیں جو ان کے ہم خیال ہوں، آیا صدر انتظامیہ کا یہ رویہ درست ہے؟

(۳) مسجد کی دکانیں انتظامیہ نے کرائے پر دی ہوئی ہیں، ایک کرایہ دار جس نے مسجد کی دکان کرایہ پر لی ہوئی ہے، وہ اس دکان میں بکریاں باندھتا ہے، چونکہ دکانیں مسجد سے متصل ہیں، آیا کرایہ دار کا اس دکان میں بکریاں باندھنا یا انتظامیہ کا ایسے شخص کو دکان کرائے پر دینا جائز ہے؟

المستفتی: قاری محمد شفیق

۰۲۱۱۱۲۶۰۷۲۲

## الجواب حامداو مصلیا

(۱) صورت مسئولہ میں مسجد کی رقم کو کاروبار میں لگانا جائز ہے، مگر اس کے لیے چند شرائط کی رعایت ضروری ہے، اگر ان شرائط کی رعایت نہ کی جائے تو اہل محلہ یا متولی مسجد کا یہ عمل شرعاً ناجائز ہوگا، وہ تمام شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) جس رقم کو کاروبار میں لگانے کا ارادہ ہے وہ فی الحال مسجد کی ضروریات سے زائد ہو اور آئندہ مستقبل میں اس رقم کی جلدی ضرورت بھی نہ ہو، اگر مسجد کو اس رقم کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں جمع شدہ رقم کو مسجد ہی میں لگایا جائے گا اور اس رقم کو کاروبار می لگانا ناجائز ہوگا۔

(۲) جمع شدہ اضافی رقم کو کاروبار میں لگانے کے لیے چندہ دینے والوں کی صراحۃ یا دلالۃ اجازت ضروری ہے، اس کی تین صورتیں ہیں۔

Scanned with CamScanner

(الف) چندہ دینے والوں کی طرف سے مسجد کی انتظامیہ کو اجازت ہو کہ وہ جس طرح مناسب سمجھیں اس مال کو مسجد کے مصالح کے لیے صرف کریں تو اس صورت میں اس رقم کو کاروبار میں لگانا درست ہے۔

(ب) چندہ دینے والے صرف مسجد کی تعمیر اور ماہانہ اخراجات بجلی، پانی اور گیس کے بلوں وغیرہ کے لیے چندہ دیں تو اس صورت میں ان کی صریح اجازت کے بغیر اس رقم کو کاروبار میں لگانا درست نہیں۔

(ج) اگر چندہ دینے والوں کی نیت کا علم نہ ہو تو گزشتہ عرصے میں مسجد کے معاملات کو دیکھا جائے گا، اگر چندہ کی رقم سے تجارت جاری تھی اور چندہ دینے والوں کو کوئی اعتراض نہ تھا تو یہ معاملہ درست ہو گا ورنہ نہیں۔

بہر حال بہتر یہی ہے کہ جب مسجد کمیٹی یا متولی مسجد کا مسجد کی رقم کو کاروبار میں لگانے کا ارادہ ہو تو چندہ دینے والوں کو باخبر کر دیا جائے اور ان کی اجازت لے لی جائے، اس طرح یہ معاملہ بالکل شفاف ہو جائے گا۔

(۳) رقم کو کسی ایسے کاروبار میں لگایا جائے جس میں نفع کا غالب گمان ہو اور نقصان کا اندیشہ نہ ہو یا بالکل کم ہو۔

(۴) اس کاروبار میں کوئی بھی ایسا معاملہ کرنا جو تجار کے نزدیک مصالح تجارت کے منافی ہو، مثلاً کسی چیز کو غبن فاحش کے ساتھ خریدنا یا کسی چیز کو قیمت مثل سے کم پر بیچنا، جائز نہیں۔

(۵) جو بھی کاروبار کیا جائے وہ شریعت میں بیان کردہ اصولوں کے عین مطابق ہو۔

(۶) متولی مسجد یا کوئی اور شخص جو کاروبار کی نگرانی کر رہا ہے، وہ اس سے ذاتی نفع نہ اٹھائے بلکہ اس کاروبار کا سارا نفع مصالح مسجد میں استعمال ہو۔

(۷) جو شخص مسجد کی رقم کو کاروبار میں لگا رہا ہے وہ قابل اعتماد ہو اور بہتر یہ ہے کہ اس سے ضامن بھی لے لیا جائے۔

(۸) کاروبار کی نوعیت ایسی ہو کہ اگر مسجد کے لیے رقم کی ضرورت پڑ جائے تو کاروبار میں سے جلد از جلد بغیر نقصان کے یا معمولی نقصان کے ساتھ اس رقم کو نکالنا ممکن ہو۔

فی الفتاوی الهندیہ (۲/۴۳۱) کتاب الوقف، باب فی المسجد وما یتعلق بہ

الفاضل من وقف المسجد هل يصرف إلى الفقراء؟ قيل: لا يصرف وأنه صحيح ولكن يشتري به مستغلا للمسجد، كذا في المحيط.

و فی فتح القدیر (۶/۲۲۳) کتاب الوقف، الفصل الاول فی المتولی

وللمتولى ان يشترى بما فضل من غلة الوقف اذا لم يحتج الى العمارة مستغلا.

و فیہ ایضا

وله أن يشتري من غلة المسجد دهنا وحصيرا وآجرا وحصا لفرش المسجد إن كان الواقف وسع فقال يفعل ما يراه مصلحة ، وإن وقف لبناء المسجد ، ولم يزد فليس له أن يشتري ذلك ، فإن لم يعرف له شرط يعمل ما عمل من قبله.

Scanned with CamScanner

دار الافتاء تعلیم القرآن

وفی الفتاوی الولوالجیۃ(۹٤/۳)کتاب الوقف، الفصل الاول

قیم الوقف اذا اشتری من غلۃ المسجد حانوتاًاو دارا یستغل و یباع عند الحاجۃ اذا کان لہ ولایۃ الشراء لان ھذا مستغل الوقف و مستغل الوقف لیس بوقف.

و فی التاتارخانیۃ(۱۸۰/۸)

متولی المسجد اذا اشتری بمال المسجد حانوتاًاو دارا ثم باعھا جاز اذا کان لہ ولایۃ الشراء.واللہ اعلم

(۲) صورت مسئولہ میں صدر مسجد کا یہ رویہ بالکل درست نہیں، کیونکہ یہ رویہ کمیٹی کے مقاصد کے بالکل خلاف ہے، چند افراد پر مشتمل کمیٹی بنانے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ یہ تمام افراد اہل محلہ کی طرف سے مصالح مسجد کے لیے باہمی مشورہ سے اقدام کریں گے۔اب صدر مسجد کا چند ہم خیال افراد کے ساتھ مل کر مسجد کے معاملات طے کرنا ان کے بارے میں خیانت کا شبہ پیدا کرتا ہے، اگرچہ ان کی نیت نیک ہی کیوں نہ ہو، لہذا صدر انتظامیہ پر لازم ہے کہ وہ اس رویہ سے باز رہیں، تاکہ لوگ ان کے بارے میں کسی بدگمانی میں مبتلا نہ ہو جائیں اور نہ ہی اہل محلہ اور کمیٹی میں انتشار پھیلے اور باہمی مشورہ سے تمام امور طے کیے جائیں۔

فی الفتاوی الخیریۃ(۳۰٦/۱)

سئل فی وقف لہ ناظر و متول ھل یجوز لاحدھما ان یتصرف فی الوقف بغیر علم الآخر؟

اجاب لا یجوز لاحدھما ان یتصرف بغیر علم الآخر.....

و فی البزازیۃ(۳۸۷/۲)

اھل المسجد اذا ارادوا ان یجعلو المسجد رحبۃ او الرحبۃ مسجدا او یحولوا الباب او یجددوا بابا آخر،لھم ذالک ولو اختلفوا ینظر الی ایھم اکثر.واللہ اعلم

(۳) صورت مسئولہ میں اگر مسجد اور دکان کی دیوار ایک ہی ہے، تو دکان میں بکریاں رکھنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں مسجد کی دیوار کی تلویث کا قوی امکان ہے، جو مسجد کے ادب واحترام کے منافی ہے، نیز اس سے مسجد میں تعفن پیدا ہو سکتا ہے، لہذا انتظامیہ کے لیے ایسے شخص کو دکان کرائے پر دینا جائز نہیں۔ہاں اگر دکان کی دیوار الگ ہے تو صرف دکان کے مسجد سے متصل ہونے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ مسجد میں بدبو نہ آتی ہو کیونکہ دکان اگرچہ مسجد کے لیے وقف ہے مگر حدود مسجد سے خارج ہے اور اس صورت میں مسجد کے کسی حصہ کی تلویث کا خدشہ بھی نہیں ہے، اور مسجد کی دیوار اور گندگی کے درمیان دیوار کی صورت میں فاصل اور حائل بھی موجود ہے۔

فی الصحیح لمسلم(۱۳۸/۱)

حدثنا إسحاق بن أبي طلحة، حدثني أنس بن مالك - وهو عم إسحاق -، قال: بينما نحن في المسجد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم. إذ جاء أعرابي فقام يبول في المسجد، فقال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم: مه مه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا تزرموه دعوه» فتركوه حتى بال، ثم إن رسول الله صلى الله عليه وسلم دعاه فقال له: «إن هذه المساجد لا تصلح لشيء من هذا البول، ولا القذر إنما هي لذكر الله عز وجل،

Scanned with CamScanner

والصلاة وقراءة القرآن» أو كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فأمر رجلا من القوم فجاء بدلو من ماء فشنه عليه.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:: ہم مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران میں ایک بدوی آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں نے کہا: رکو، رکو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسے مت روکو، اسے چھوڑ دو۔“ صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا حتی کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: ”یہ مساجد اس طرح پیشاب یا کسی اور گندگی کے لیے نہیں ہیں، یہ تو بس اللہ تعالیٰ کے ذکر نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں“۔ (انس رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: پھر آپ نے لوگوں میں سے ایک کو حکم دیا، وہ پانی کا ڈول لایا اور اسے اس پر بہا دیا۔

**و فی الفتاوی الھندیة(۳۹۵/۵)کتاب الکراھیة**

واستقبال الأنجاس في الصلاة مكروه، فأما إن استقبل حائط الحمام فلم يستقبل الأنجاس، وإنما استقبل الحجر والمدر فلا يكره.

**و فی الفتاوی التاتارخانیة(۶۲/۱۸)**

واذا كان بقرب المسجد انجاس وارجاس فذاك استخفاف بالقبلة و عن هذا قلنا من صلى و قدامه عذرة او بول يكره ثم تكلم المشائخ فى معنى قول محمد "اكره ان تكون قبلة المسجد الى الحمام قال بعضهم:لم يرد بها حائط الحمام وانما اراد به المحمم، وهو الموضع الذى يصب فيه الحميم وهو الماء الحار فاما اذا استقبل الحجر والمدر فلا يكره......و هذا كله اذا لم يكن بين يدى المصلى و بين هذه المواضع حائط او سترة اما اذا كان لا يكره و يصير الحائط فاصلا.والله اعلم

**فصاحت اخلاق عباسی**

**دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی**

**۱۴۴۲/۲/۲۴ھ**

الجواب صحیح
بندہ ضیاء الرحمن عفی عنہ
دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی
۱۴۴۲/۲/۲۴ھ

الجواب صحیح
ریاض محمد
دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی
۱۴۴۲/۲/۲۴ھ